ڈاکٹر نازیہ ملک
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو،
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

بشیر سیفی کی ہائیکو نگاری

Mr. Bashir Saifi is a trendsetter Haiku poet. He played a vital role in introduction of Haiku to Urdu. He rendered formidable services in this regard. He is a full-fledged poet. He led Haiku to its culmination with his critical insight and poetic skills. His collection of Haiku "Guftaar" and "Dhoop sey Khali din" have been published. The themes of his Haiku are the simple experiences and observations of life. Also, his Haiku speaks about the varying facts of life. We find a variety of subjects in his Haiku. The research paper under study intends to discuss Mr. Bashir Saifi's Haiku and its subjects.

بشیر سیفی رجحان ساز ہائیکو نگار شاعر ہیں۔پاکستان میں ہائیکو کو متعارف کرانے میں انھوں نے ناقابل فراموش خدمات سر انجام دیں۔ان کی ادبی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔وہ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں انھوں نے ہائیکو کو اپنی تحقیقی و تنقیدی بصیرت کے ساتھ اختیار ہی نہیں کیا بلکہ اپنی شاعرانہ صلاحیتوں سے اسے عروج پر پہنچایا ہے۔آفتاب اقبال شمیم ، بشیر سیفی کی ہائیکو نگاری کے بارے میں کہتے ہیں:

> بشیر سیفی ہائیکو کی تحقیق میں خاصے سنجیدہ نظر آتے ہیں اور وہ ہائیکو کی دریافت اور ترویج کے سلسلے میں نئی نسل کی ہر اول میں شامل ہیں۔[1]

ڈاکٹر توصیف تبسم بھی اپنے ایک مضمون میں بشیر سیفی کی ہائیکو نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جن شاعروں نے اس نئی صنف نظم کی آبیاری کی ہے اور اس کو مقبول بنانے کی

سعی کی ہے۔ان میں بشیر سیفی کا نام ایک اعتبار رکھتا ہے۔(۲)

جمیل ملک اس حوالے سے کہتے ہیں:

ہائیکو نگاری کا فن اگرچہ ابھی بھی اپنے خدوخال متعین کر رہا ہے تاہم بشیر سیفی کا نام ان ہائیکو نگاروں میں شامل کیا جاسکتا ہے جو پوری سنجیدگی کے ساتھ ہائیکو نگاری میں صورت و معنی کا رشتہ متعین کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔(۳)

سید ضمیر جعفری، بشیر سیفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

سیفی غزل کا شاعر ہے اور درست لیکن جب سے بشیر سیفی نے ہائیکو لکھنے شروع کیے ہیں وہ اس میں بھی کامیاب ہے۔وہ ہائیکو کے آغاز کرنے والوں اور اسے ترویج دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔اس کے ہائیکو زندگی کے چھوٹے بڑے تجربوں اور مشاہدوں پر مبنی ہیں۔(۴)

بشیر سیفی کا مجموعہ کلام ''گفتار'' جو کہ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا اس میں جہاں اردو ادب کی دیگر اصناف سے کام لیا گیا ہے وہاں اس میں ۴۲ ہائیکو بھی شامل ہیں۔اس کے علاوہ بشیر سیفی نے باقاعدہ ایک مجموعہ ''دھوپ سے خالی دن'' کے عنوان سے ۱۹۹۷ء میں پیش کیا۔اس مجموعے میں ۲۱۸ ہائیکو شامل ہیں۔اس مجموعے میں وہ ہائیکو بھی شامل ہیں جو اس سے قبل ''گفتار'' میں چھپ چکی ہیں۔اس کتاب کا دیباچہ محسن بھوپالی نے لکھا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

دھوپ سے خالی دن میں ہمیں ایسے ہائیکو پڑھنے کو ملتے ہیں جن میں جاپانی ہائیکو کی بنیادی خصوصیات یعنی مزاج، موضوع اور ایک حد تک ہیئت کی پابندی یعنی ۵۔۷۔۵ ارکان کی پابندی اور مقصود بحروں کے مختلف مساوی الاوزان اور مزاج کے لحاظ سے متنوع موضوعات کو برتا گیا ہے۔اس طرح یہ مجموعہ ہائیکو کے ایسے گلدستے کا منظر پیش کرتا ہے جس میں گل ہائے رنگ رنگ اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔(۵)

بشیر سیفی نے شروع میں دیگر شعرا کی طرح ہائیکو کے لیے مساوی الاوزان ہیئت کو اختیار کیا لیکن بعد میں انھوں نے جاپانی وزن یعنی ۵۔۷۔۵ میں بھی ہائیکو لکھنا شروع کر دیں۔''دھوپ سے خالی

دن" میں مساوی الاوزان ہائیکو بھی ہیں اور ۵۔۷۔۵ کی پابندی کے ساتھ کہی ہوئی ہائیکو بھی موجود ہیں لیکن اس سب کے باوجود بشیر سیفی خود مساوی الاوزان ہائیکو لکھنے کے حق میں ہیں۔اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> میرا اولین موقف بھی یہ رہا ہے کہ چونکہ ۵۔۷۔۵ کی ہیئت ہمارے شعری مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی اس لیے مساوی الاوزان ہائیکو ہی کو رواج ملنا چاہیے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ ۵۔۷۔۵ کے مقابلے میں برابر مصرعوں کی ہائیکو میں شعریت زیادہ ہے۔میرا موقف یہ بھی رہا ہے کہ اس صنف کی مقبولیت کا راز ابتداً ہیئت کی تقلید نہ کرنے ہی میں مضمر ہے۔[۶]

اردو شاعری کی روایت میں یہ بات صدیوں سے چلی آ رہی ہے کہ شعرا اپنے مجموعہ کلام کا آغاز اللہ کی تعریف یعنی حمد، نعت اور منقبت سے کرتے ہیں۔بشیر سیفی نے بھی اپنے ہائیکو کے مجموعے میں نہ صرف اس روایت کو آگے بڑھایا ہے بلکہ عشق الٰہی اور عشق رسول سے والہانہ عقیدت کا اظہار بھی کیا ہے۔بشیر سیفی کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنی تمام تر توانائیاں اور الفاظ کا سارا ذخیرہ بھی اپنے تصرف میں لے آئے تب بھی مدحت شان کبریاء کا صحیح حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔

حیراں دانائی
تیری مدحت کیسے ہو
گنگ ہے گویائی [۷]

بشیر سیفی نے اپنے نعتیہ ہائیکو میں جن دلی کیفیات کو بیان کیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کو حضور ﷺ سے کس قدر عقیدت تھی۔نعت شاہ کونین انتہائی نازک فن ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ محبوب رب کائنات ہیں اس لیے ان کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی خالق کائنات کو گوارا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بشیر سیفی جب حضور ﷺ کی مدح کرتے ہیں تو اس بات کا ہر لمحہ خیال ان کے پیش نظر رہتا ہے۔

اک سے بڑھ کر
لیکن جان محفل ہیں
میرے پیغمبر(۸)

بظاہر یہ تین مصرعوں پر مشتمل ہائیکو ہے لیکن بشیر سیفی کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ہائیکو میں عظمت رسول ﷺ کی پوری داستاں رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔واقعہ معراج کا ذکر سیفی صاحب نے یوں کیا ہے:

آپ کی راہ گزر
جس منزل پر جلتے ہیں
جبرائیل کے پر(۹)

چاند تو راستے کی دھول ہوا
کہکشاں اک نقش پا ٹھہری
اک پڑاؤ ہے ماورائے مکان(۱۰)

بشیر سیفی نے میدان کربلا کی تلمیح کو اپنی غزلوں کا حصہ ہی نہیں بنایا بلکہ ہائیکو میں بھی استعمال کیا ہے۔بشیر سیفی نے میدان کربلا میں گرمی کی شدت اور دشمنوں کے نرغے میں امام حسینؓ کی بے بسی و تنہائی اور ننھے علی اصغر کی تشنہ لبی کی منظر کشی بھر پور انداز میں کی ہے۔

ہر جانب سے تیر
دشت کربلا کی گرمی
اور تنہا شبیر(۱۱)

دشمن کا لشکر
بے بس ہے بہتا دریا
تشنہ لب اصغر(۱۲)

جاپانی ہائیکو شاعری میں موسم بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ویسے بھی موسم فطرت کا بڑا

مذہب ہیں۔ہائیکو کی پہچان موسم کے حوالے سے ہوتی ہے۔موسم اور ہائیکو لازم و ملزوم ہیں بلکہ بعض شعرا نے پہلے مصرعے میں موسم کا ذکر ضروری سمجھا ہے۔بشیر سیفی بھی اس اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ان کی شاعری میں بھی موسموں کا بھر پور تذکرہ ملتا ہے۔

جب دسمبر کی سرد شاموں میں
پھیل جاتی ہے زرد رت سیفی
شیشوں کے بدن چمکتے ہیں (۱۳)

برف موسم کی چاپ سنتے ہی
وادیوں کے مکین گھبرا کر
قافلہ قافلہ اترنے لگے (۱۴)

فطرت سے رغبت، پھولوں ، رنگوں اور موسموں سے موانست کا ایک خاص رجحان جاپانی ہائیکو کے مزاج کا حصہ ہے۔بشیر سیفی کی ہائیکو میں ان عناصر کی طرف پیش قدمی ملتی ہے۔ان کی ہائیکو میں تتلیوں ، خوشبوئوں ، موسموں ، دریائوں اور یادوں کا ایک جہان آباد ہے۔یہی نہیں بلکہ انھوں نے مظاہر فطرت اور گرد و پیش کے مشاہدے کو احساس کا حصہ بنا کر نہایت کامیاب اور معیاری ہائیکو لکھے ہیں۔

نازک نازک پھول
سانس کی گرمی پڑتے ہی
بکھریں بن کر دھول (۱۵)

خوشبو خوشبو دھول
قبروں پر بھی کھلتے ہیں
رنگ برنگے پھول (۱۶)

بشیر سیفی نے موسموں کو ذات کا حصہ بنایا ہے اور یہی ہائیکو کی پہچان ہے۔فطرت کے دیگر مظاہر بھی ان کی شاعری کا حصہ ہیں اور یہی مظاہر فطرت اور موسم ان کی ذات میں حلول کر جاتے ہیں۔

اک جانب ہے دھوپ کا منظر
ایک جانب پھوار پڑتی ہے
مجھ میں کیسے تضاد پلتے ہیں [۱۷]

میرے دل کی بسیط دھرتی پر
اس کی الفت برس گئی ایسے
جیسے ساون کی پہلی بارش ہو [۱۸]

بشیر سیفی نے فطری مظاہر کو اپنی روح میں سمویا ہے اور پھر ان سے ہم آہنگ ہو کر انھیں اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ان کا شاعرانہ تجربہ فطرت کی اساس پر ابھرتا ہے اور ہائیکو کی ہیئت میں اظہار پاتا ہے۔

لد گئے ہیں درخت پتوں سے
ہو رہی ہے بہار کی بارش
جھیل خالی کنول کے پھولوں سے [۱۹]

شہر سے دور ایک پگڈنڈی
اک اکیلا درخت پیپل کا
جانے والوں کا راستہ دیکھے [۲۰]

علی محمد فرشی ، بشیر سیفی کی ہائیکو میں فطرت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بشیر سیفی کی ہائیکو میں فطرت کی پیش کش مقصود بذات نہیں ہے بلکہ وہ مظاہر کے ہر منظر کے پس منظر میں اس آنکھ کی دریافت میں مصروف دکھائی دیتا ہے جو منظر کے معنی کا تعین کرتی ہے۔ اس کے ہاں سطح کو محسوس کرنے کی مسرت کا احساس ضرور موجود ہے لیکن زیر سطح پوشیدہ کسی شے دیگر کی دریافت اس کی ہائیکو کا اصل وظیفہ ہے، اگر بشیر سیفی کے تخلیقی عمق میں جھانکا جائے تو یہ اسرار کھلتا ہے کہ وہ پس منظر میں پوشیدہ آنکھ کو نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ اس آنکھ کے حلقہ بینائی میں آنے کا خواہش مند ہے۔[۲۱]

اس کنارے سے اس کنارے تک
دھوپ ساری گلی میں پھیلی ہے
کس کی آنکھیں لگی ہیں کھڑکی سے (۲۲)

ہم درختوں کے جھنڈ میں سیفی
اس قدر منہمک تھے باتوں میں
سرسراہٹ سے دل دھڑک اٹھے (۲۳)

فطرت ہمیشہ انسان کے لیے حیرت کے نئے دریچے کھولتی رہی ہے۔جوں جوں کائنات کے اندر سفر میں انسانی عقل کی رفتار بڑھ رہی ہے اس کی حیرت میں بھی اسی رفتار میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ تاہم کائنات کے اندر شاعری اور سائنس میں بنیادی فرق یہ ہے کہ سائنس اسرار کے تمام پہلوئوں کو فتح کرتے ہوئے حیرت کے قتل کو جائز سمجھتی ہے جبکہ شاعری اس سے برعکس اسرار میں اضافہ کر کے حیرت کی افسردگی کا باعث بنتی ہے۔

نیلگوں آسماں کے نیچے
ایستادہ پہاڑ کا منتظر
آنکھ میں حیرتیں جگاتا ہے (۲۴)

ڈوبتی ہے کبھی ابھرتی ہے
حیرتوں کے کھلے سمندر میں
میری سوچوں کی ڈوبتی ناؤ (۲۵)

حیرت کا یہ عنصر اس وقت خوف میں تبدیل ہو جاتا ہے جب فطرت برہنہ ہو کر بے رحم روپ میں سامنے آتی ہے۔

پھر گرجے بادل
کچی چھت کی جانب دیکھ
دل دھڑکے پل پل (۲۶)

گرد ہوتے پہاڑوں میں
کتنے ارمان دفن ہوتے ہیں
یہ کسے سوچنے کی فرصت ہے (۲۷)

بشیر سیفی کی ہائیکو میں فطرت کے گونا گوں رنگ اور روپ دکھائی دیتے ہیں۔ایک تو روپ اسی عورت کا ہے جس کی آغوش میں وہ ماں کی خوشبو، محبت آسودگی اور سکون محسوس کرتا ہے۔

وادیوں کے سکوت میں اگر
اس طرح پر سکون ہوں
مہرباں ماں کی گود ہو جیسے (۲۸)

لیکن اس آسودہ آغوش میں وہ زیادہ دیر پناہ نہیں لے سکتا۔فطرت سے دور انسانی آبادی کے آباد کردہ ویران خانے سے آنے والی بچھل پائی صدائیں اس کا تعاقب کرتی ہوئی پرسکون وادی تک آپہنچتی ہیں۔شہری زندگی کی زنجیریں روز بروز وزنی ہوتی جا رہی ہیں اور ہماری بڑھتی ہوئی رفتار کے ساتھ اس کا شور بھی بڑھتا جا رہا ہے اور ہمارے کان ہوا کی لطیف سرگوشیوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

چیڑ کے خوشنما درختوں سے
جب ہوا ہمکلام ہوتی ہے
کون مجھ کو صدائیں دیتا ہے (۲۹)

برسات کے موسم میں جب بادل گرجتے ہیں تو غریب دیہاتی کو اپنے کچے مکان کی فکر لاحق ہوجاتی ہے کہ کہیں یہ برسات کا موسم اس کا یہ آخری سہارا بھی نہ چھین لے۔بشیر سیفی کے ہائیکو میں غریب انسان کے جذبات کی عکاسی نہایت دلکش انداز میں ملتی ہے۔انھوں نے فطرت کے اس برہنہ اور بے رحم روپ کو جو غریبوں کے لیے مصیبت کا باعث بنتا ہے ، نہایت عمدہ انداز سے پیش کیا ہے۔

آنکھیں ہیں پر آب
پونجی اپنے پیاروں کی
دیکھ ہے غرقاب (۳۰)

کیمرے کی اداس آنکھوں میں
ایک ٹوٹے مکان کا ملبہ
اور سر سبز پیڑ پیپل کا[۳۱]

موسم بہار کا تذکرہ بشیر سیفی نے اس طرح کیا ہے:

جب ہواؤں میں زندگی ناچے
اور موسم نئی بہار کا ہو
چند آنسو میں تیری نذر کروں [۳۲]

خزاں کے موسم کا رنگ ملاحظہ کیجئے:

جب بھی خواہش وصال جاگی
اور چاہی بہار کی خوشبو
سب درختوں سے جھڑ گئے پتے[۳۳]

بشیر سیفی نے دراصل موسم کے پس منظر میں اپنے جذبات و احساسات کی بھر پور طریقے سے عکاسی کی ہے:

اڑ رہے ہیں پتنگ جذبوں کے
پیچ قلب و نظر لڑتے ہیں
شہر جاں میں بسنت آتی ہے [۳۴]

یہی اپنا نام و نشان
درختوں کی سوکھی ہوئی ٹہنیاں
گئی رت پر ماتم کناں [۳۵]

وہ نیچر کے جامد جسم کو اپنی مرضی سے موڑ لیتے ہیں اور موسموں کے بیاں میں خوشی اور غم کے جذبات کا رنگ اس طرح بھرتے ہیں کہ انسان ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔

وقت ہائیکو کا بڑا اہم عنصر ہے۔ صبح و شام اور دن کے طویل درمیانی وقفوں سے بھی وقت کا تعین ہوتا ہے۔اس اعتبار سے سیفی کی ہائیکو کا جائزہ لیں تو ان کی ہائیکو کے رگ و ریشے میں صبح اور شام

کے عکس نہ صرف اپنی جھلکیاں دکھاتے نظر آتے ہیں بلکہ صبح و شام کے طویل درمیانی وقفے کا تجربہ، مشاہدہ اور مطالعہ بھی ان کی ہائیکو میں دکھائی دیتا ہے۔ ان کی ہائیکو میں دن کی طویل مسافت کی وہ گھڑیاں نظر آتی ہیں جو وہ اپنے جسم اور روح پر جھیل کر اپنے لیے نئی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

لان میں پاس پاس بیٹھے ہوں
دھوپ اپنا طواف کرتی ہو
اور چھٹی کا دن گزر جائے (۳۶)

باغ میں ہر اک گام
ڈھیر سنہرے پتوں کا
ایک خزاں کی شام(۳۷)

صبح و شام اور دن کے طویل وقفوں سے جہاں وقت کا تعین ہوتا ہے وہاں چودھویں رات سے بھی وقت کا تعین ہوتا ہے۔

چودھویں شب کے چاند کا جادو
ہر طرف شور چڑھتے پانی کا
رونق ساحل سمندر کی (۳۸)

اڑتی سی اک بات
مجھ کو بیکل کرتی ہے
پورے چاند کی رات(۳۹)

کہتے ہیں ہائیکو کا ایک خاص لہجہ ہوتا ہے جس وقت شاعر کسی تاثر کو گرفت میں لیتا ہے اور دلکش الفاظ میں پیش کرتا ہے۔بشیر سیفی نے اسی سلسلے میں کیا خوب ہائیکو کہی ہے۔

آسماں وجود پر سیفی
چاندنی کی تنی ہوئی چادر
ہائیکو کے نزول کی ساعت(۴۰)

قدرتی فطرت کی طرف واپسی کے اس سفر میں ہمیں بشیر سیفی کی ہائیکو کے شیشوں سے

فطرت کے وہ مناظر بہت تیزی سے اوجھل ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں دسمبر کی سرد شاموں میں شیشوں کے بدن چمکتے تھے۔ جہاں دیواریں سانجھی، گھر جڑے ہوئے اور دل ملے ہوئے تھے۔ جہاں جاڑے کی راتوں میں کہانی اور گرمیوں کی راتوں میں رات کی رانی مہکتی تھی۔ اب ان منظروں پر گھنی خاموشی اور تنہائی کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور وہاں سے ڈھولک کی آواز کی بجائے صرف یادوں کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اب دریا ، بادل، برف، پہاڑ، وادیاں، جنگل، ساحل، سمندر، لہریں، گھٹا، پھول ، گھاس، تتلیاں ، درخت، کنول، جھیل وغیرہ کے دلفریب مناظر صرف یاد کی روشن سکرین پر نظر آتے ہیں۔

لوٹ آیا ہوں مرغزاروں سے
اپنی آنکھوں کی روشنی لیکن
خواب رستوں میں چھوڑ آیا ہوں(۴۱)

دور ہوتے ہوئے یہ نظارے
منزلوں کے قریب کرتے ہیں
خود سے لیکن بچھڑ رہا ہوں میں (۴۲)

جاپان سے آغاز ہونے والی یہ صنف شاعری محض فطرت کی عکاسی تک محدود تھی لیکن اردو میں آنے کے بعد اس کے موضوعات کا دائرہ خاصا وسیع ہوگیا ہے۔ ہمیں ان ہائیکو میں فطرت بھی نظر آتی ہے، معاشرتی مسائل کا بیان اور رومانیت بھی ہے مگر اداسی کے نیچے دبی ہوئی ہے اور احساس مروت کچلا ہوا نظر آتا ہے۔

ہم نے پایا ہواؤں پر قابو
دسترس پانیوں پہ حاصل ہے
ایک جذبے کو زیر کر نہ سکے (۴۳)

بشیر سیفی نے اپنی ہائیکو میں فطرت کے ساتھ ساتھ زندگی کی بدلتی ہوئی حقیقتوں کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ بقول جمیل ملک کے:

بشیر سیفی ہائیکو کے تین مصرعوں کی کڑیاں زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات اور

احساساتی اشاروں سے جوڑ کر چوتھی سطح کی تخلیق کرتا ہے۔[۴۴]

بشیر سیفی ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ انھوں نے معاشرے میں پھیلی ہوئی منافقتوں کا پردہ نہایت دلیری اور بے باکی سے چاک کیا ہے اور زندگی کی تلخ اور بے رحمانہ حقیقتوں کی بھر پور ترجمانی کی ہے۔

میلے پیراہن
چہرے اجلے کرتا ہے
من کا اجلا پن[۴۵]

یہ قصے مت چھیڑ
کیوں پودوں کو کھاتے ہیں
اونچے اونچے پیڑ[۴۶]

انسان کے ظاہر اور باطن کے تضاد کو طنز کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ انھوں نے معاشرے کو ان نام نہاد دانشوروں پر بھی طنز کیا ہے جو دعوے تو نہایت بلند و بانگ کرتے ہیں مگر ان کا مرتب کیا ہو نصاب وطن عزیز کے نونہالوں کو روشنی کی طرف لے جانے کی بجائے تیرگی کے گڑھوں میں دھکیل دیتا ہے۔

تیرگی بور ہے ہیں ذہنوں میں
روشنی شامل نصاب نہیں ہے
تذکرہ ہے فقط اجالوں کا[۴۷]

وہ جامد چیزوں کے منہ سے بھی انسانی زندگی کی بے رحم صداقتوں کی عکاسی بھر پور انداز میں کرتے ہیں۔

کہتی ہے ڈھولک
پیار شجر کھا جاتی ہے
نفرت کی دیمک[۴۸]

یورپ کی مادیت پرستی سے قطع نظر مشرقی زندگی اپنے اندر روایات اور محبت کا ایک سہانا احساس رکھتی ہے۔ مشرقی زندگی میں انسان جب تمام دن کی مصروفیت اور تھکان کے بعد اپنے گھر یعنی اپنی جنت میں قدم رکھتا ہے تو اپنی تمام تر تھکان بھول جاتا ہے۔

شام ہوتے جو گھر پلٹتا ہوں
سب تھکاوٹ اتار دیتے ہیں
میرے بچوں کے پھول سے چہرے[۴۹]

بشیر سیفی کو صرف اپنے گھر سے ہی محبت نہیں بلکہ دیہی زندگی اور دیہات کی دلکشی اور کشش سے بھی انھیں بے حد لگاؤ ہے۔ فطرت کا رنگ اور خوشبو، شہروں کی کثیف فضا میں محسوس نہیں کی جا سکتی۔ انسان بے شک شہروں میں پیدا نہیں ہوا لیکن وہ فطرت سے نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہر دم استوار رکھتا ہے۔

تازہ حقے کی گڑگڑاہٹ ہے
اور دنیا جہاں کی باتیں
پر فضا شام میرے گائوں کی [۵۰]

بشیر سیفی نے مشاہدے کی موج رقصاں کو دیہاتی آگہی اور گھریلو ماحول میں آگے بڑھانے کا تجربہ کیا ہے۔ ان کے فن کی سادگی متاثر کن ہے۔ ان کی ہائیکو اپنے اندر وژن کی تازگی لیے ہوئے ہے۔ انھوں نے دیہی زندگی کی بھرپور عکاسی کی ہے اور دیہی زندگی کو اس کی تمام تر جزئیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

فصلیں تھوڑی دیر
لیکن دیکھوں سارا سال
میں بھوسے کے ڈھیر[۵۱]

اک ٹیلے کی اوٹ چرواہا
اور کھیتوں پہ دھوپ کی چادر
کتنی دلکش ہے بانسری کی صدا[۵۲]

لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیہی زندگی کے مسائل سے بھی وہ آگاہ ہیں۔

یا تھی تپتی ریت
یا اتنا پانی برسا
ڈوبے سارے کھیت[۵۳]

تمہارے لیے شہر میں
بسائی گئیں جب نئی بستیاں
سبھی کھیت ویران تھے[۵۴]

ان کے ہائیکو میں مقامی آب و رنگ بھی بھرپور انداز میں جھلکتا ہے۔

ابھی میرے اطراف تھا
ہزارہ کے باغات کا سلسلہ
ابھی ٹیکسلا کے کھنڈر[۵۵]

شب زدوں کو خبر نہ ہو شاید
روز روشن کو مات کرتی ہے
قرمزی شام آبپارے کی[۵۶]

بشیر سیفی کی ہائیکو میں پاکستانی ماحول اور پاکستانی تہذیب و ثقافت اور روایات کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔وہ عید کے تہواروں کا منظر کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

ہر طرف چوڑیوں کی چھن چھن چھن
اور خوشبو ہوا میں مہندی کی
یاد آتی ہے چاند رات مجھے[۵۷]

پاکستان میں بسنت کے موسم میں بچوں کا پتنگ اڑانا پاکستانی ثقافت کا ایک حصہ ہے۔اس کی منظر کشی بشیر سیفی نے بڑے بھرپور انداز میں اس طرح کی ہے کہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔

اڑ رہے ہیں پتنگ جذبوں کے
پیچ قلب و نظر میں لڑتے ہیں
شہر جاں میں بسنت آئی ہے(۵۸)

گرمیوں کی جھلسی دوپہر میں
دھوپ سایوں کو چاٹتی جائے
چھت پہ بچے پتنگ اڑاتے ہیں (۵۹)

بشیر سیفی کو خوب صورت پیکر تراشی میں بھی مہارت حاصل ہے۔وہ منظر کو اس قدر رفتگانہ انداز سے ان کی تمام تر جزئیات کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ ایک مکمل تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے اور ہائیکو زندگی کی علامت بن جاتی ہے۔ان کی ہائیکو ایسے محسوس ہوتی ہے جیسے کسی مصور نے تصویر بنا دی ہو۔

اچانک جو فائر کھلا
اڑیں جانے کتنی مرغابیاں
مگر وہ جو غفلت میں تھیں (۶۰)

گھاس پر کھیلتے ہوئے بچے
اور ماحول سے سراسیمہ
اک گلہری درخت کے نیچے(۶۱)

ان ہائیکو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بشیر سیفی کو الفاظ کے پیکر تراشنے میں پوری مہارت حاصل ہے۔وہ جس خیال کو پیش کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے ایسے الفاظ منتخب کرتے ہیں کہ قاری کے سامنے وہ چیز اپنی تمام جزئیات کے ساتھ تصویر کے روپ میں آ جاتی ہے۔مثلاً طلوع سحر کے منظر کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

آنکھ کھلتے ہی صبح دم سیفیؔ
روح سنتی ہے روشنی کی صدا
اور حمد و ثنا پرندوں کی(۶۲)

اجلی صبحوں میں
زرد چنبیلی کھلتی ہے
میرے رستوں میں (۶۳)

صبح سویرے باغوں میں چلنے والے ہوا کا ایک منظر ملاحظہ کیجیے:

باغبانوں کو یہ خبر ہو گی
فجر ویلے ہوا کا جھونکا
باغ جنت سے ہو کے آتا ہے (۶۴)

موسم سرما میں پھیلتی ہوئی دھوپ کی کرنوں کا منظر دیکھئے:

سن کے سورج کی نرم سرگوشی
سرخ ہونے کا لگا تمازت سے
سرد چوٹی پہ برف کا چہرہ (۶۵)

لان میں پاس بیٹھے ہوں
دھوپ اپنا طواف کرتی ہو
اور چھٹی کا دن گزر جائے (۶۶)

شام کے خوبصورت مناظر دیکھئے:

جھیل میں تیرتی ہوئی بطخیں
دور مغرب میں ڈوبتا سورج
اور پلکوں پہ مرتعش آنسو (۶۷)

شام کے وقت سرمئی بادل
جب پہاڑوں کی اوٹ سے اٹھے
چوٹیوں پر شفق کے شعلے تھے (۶۸)

انھوں نے بارش کے موسم کے پس پردہ اپنے جذبات کی کیا خوب عکاسی کی ہے۔

بارشوں کا ابھی کہاں موسم
میرے جذبوں کی موت پر شاید
ابر پاروں کی آنکھ چھلکی ہے (۶۹)

یہی نہیں بلکہ انھوں نے سورج اور بادلوں کی کشمکش اور آنکھ مچولی کی بھی نہایت عمدہ منظر کشی کی ہے:

تیر کرنوں کے مہر نے پھینکے
بادلوں نے سپر نہیں ڈالی
جنگ جاری ہے دھوپ چھائوں میں (۷۰)

مسلسل بارش کے بعد آسمان کا منظر وہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

آسمان اور بھی ہوا نیلا
سن مناظر دھلے دھلے سے ہیں
دھوپ نکلی ہے کتنے دن کے بعد (۷۱)

برف باری کے مناظر ملاحظہ ہوں:

برف گرتی ہے جب پہاڑوں پر
اور وادی میں رات ہوتی ہے
ایک کٹیا میں دیپ جلتا ہے (۷۲)

برفباری تھمے تو سورج کی
روشنی میں چمکنے لگتے ہیں
خوب صورت مکان سربن کے (۷۳)

بشیر سیفی کے ہائیکو نرم لہجے میں روز مرہ کی زبان میں مناسب و موزوں الفاظ میں اپنے معمولی و غیر معمولی تجربے و مشاہدے بیان کرتے ہیں۔ان کے ہائیکو میں فرد کی ذاتی زندگی کے المیوں کا بیان بھی ہے اور گرد و پیش میں ہونے والے واقعات کا عکس بھی۔بشیر سیفی کے ہاں تشبیہات کا نہایت عمدہ استعمال ملتا ہے۔انھوں نے جو تشبیہات ، استعارات و علامات بیان کی ہیں وہ نئی ہیں لیکن اوپری نہیں۔

پھولوں کی خوشبو
ایسے بچھڑی پھولوں سے
جیسے میں اور تو (۷۴)

میرے دل کی بسیط دھرتی پر
اس کی چاہت امڈ کے یوں برسی
جیسے ساون کی پہلی بارش (۷۵)

استعارے کی مثال دیکھئے:

ڈوبتی ہے کبھی ابھرتی ہے
حیرتوں کے کھلے سمندر میں
میری سوچوں کی ڈولتی نائو (۷۶)

آنکھ کس کو تلاش کرتی ہے
میرے ویران اداس آنگن میں
جب بھی نرگس کے پھول کھلتے ہیں (۷۷)

بشیر سیفی نے بڑی بڑی باتوں کو چند لفظوں میں ادا کرنے کا تجربہ کیا ہے اور ان کا یہ فن ان کی ہائیکو میں نکھر کر سامنے آیا ہے۔ہائیکو ان کے فن کی شاخ بریدہ نہیں بلکہ یہ ان کی چھوٹی چھوٹی بحر کے شجر ہی سے پھوٹی ہوئی ایک شاخ ہے جو اپنی نمود دو کلیوں کے بجائے تین کلیوں میں کر رہی ہے۔

صبح ہو کہ شب سیفیؔ
ایک ہی تماشا ہے
زندگی کے میلے میں (۷۸)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بشیر سیفی کی باقی شاعری کی طرح ہائیکو میں بھی ہمیں ان کی مایوسی اور رنج و الم والی کیفیت نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ امید کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔یہی وجہ ہے کہ وہ شاخوں کے درخت سے کٹ جانے کے باوجود مایوس نہیں

ہوتے بلکہ انھیں یہ بات بھی پر امید لگتی ہے کہ پیڑ تو سلامت ہے اور اگر پیڑ سلامت رہے تو پھر نئ شاخیں اور کونپلیں نکل آئیں گی۔

شاخ شاخ کٹ جائے
پیڑ تو سلامت ہے
پھر بہار آئے گی (۷۹)

بشیر سیفی ادب میں ایک توانا آواز بن کر ابھرے ہیں۔یاس اور محرومی سے کشید کی ہوئی اس کی شاعری میں ایک تازہ کاری ہے۔وہ مایوسی کے شاعر نہیں بلکہ زندگی پر اور مستقبل پر ان کی گرفت مضبوط ہے۔ آج نہیں تو کل جبر کی زنجیریں ٹوٹ کر گر جائیں گی اور انسانیت ایک تابناک مستقبل کو پائے گی۔

برف گرتی ہے جب پہاڑوں پر
اور وادی میں رات ہوتی ہے
ایک کٹیا میں دیپ جلتا ہے (۸۰)

بشیر سیفی کی ہائیکو کا جائزہ لینے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی ہائیکو میں متنوع موضوعات کو سمیٹا ہے۔اور ہائیکو کو ایک نئے رخ سے برتنے کی کوشش کی ہے جو بہت حد تک کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ان کی ہائیکو کے موضوعات آنے والے ہائیکو نگاروں کے لیے ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ آفتاب اقبال شمیم، گفتار، اردو ادب(سیفی نمبر) اگست ۱۹۹۸ئ، ص۵۱

۲۔ توصیف تبسم، ڈاکٹر، بشیر کا مجموعہ کلام گفتار، اردو ادب، جولائی/اگست ۱۹۹۸ئ، ص ۴۹

۳۔ جمیل ملک، فلیپ گفتار، شاخسار پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۸۸ء

۴۔ ضمیر جعفری، سید، رسالہ ادبیات، جنوری مارچ ۱۹۸۹ئ، ص۱۶۵

۵۔ محسن بھوپالی، دیباچہ، دھوپ سے خالی دن، سارنگ پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ئ، ص۶

۶۔ بشیر سیفی، اردو ہائیکو کی ہیت (دھوپ سے خالی دن، سارنگ پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ئ، ص۱۵

۷۔ ایضاً ص ۱۹

۸۔ ایضاً ص ۲۰

۹۔ایضاً ص ۲۰

۱۰۔ ایضاً ص۹۷

۱۱۔ ایضاً ص ۲۱

۱۲۔ ایضاً ص۲۱

۱۳۔ ایضاً ص۹۹

۱۴۔ ایضاً ص۱۱۲

۱۵۔ ایضاً ص۲۴

۱۶۔ ایضاً ص ۵۴

۱۷۔ ایضاً ص ۸۳

۱۸۔ ایضاً ص ۷۷

۱۹۔ ایضاً ص ۴۷

۲۰۔ ایضاً ص۶۵

۲۱۔ علی محمد فرشی، بشیر سیفی کی ہائیکو، اردو ادب(سیفی نمبر) جولائی/اگست ۱۹۸۸ء ص ۷۸،۷۹

۲۲۔ بشیر سیفی، گفتار، ص ۶۸

۲۳۔ ایضاً ص۷۶

۲۴۔ ایضاً ص۹۰

۲۵۔ ایضاً ص ۸۱

۲۶۔ ایضاً ص ۲۹

۲۷۔ ایضاً ص۹۳

۲۸۔ ایضاً ص ۹۰

۲۹۔ ایضاً ص۸۲

۳۰۔ ایضاً ص ۲۹

۳۱۔ ایضاً ص۶۷

۳۲۔ ایضاً ص۱۱۲

۳۳۔ ایضاً ص ۱۰۴
۳۴۔ ایضاً ص ۲۷
۳۵۔ ایضاً ص ۶۴
۳۶۔ ایضاً ص ۶۹
۳۷۔ ایضاً ص ۵۲
۳۸۔ ایضاً ص ۹۷
۳۹۔ ایضاً ص ۴۹
۴۰۔ ایضاً ص ۱۱۴
۴۱۔ ایضاً ص ۵۷
۴۲۔ ایضاً ص ۹۵
۴۳۔ ایضاً ص ۹۹
۴۴۔ جمیل ملک، اردو ہائیکو پر ایک نظر (ادبی منظر نامہ)۔مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ، لاہور، ص ۷۶
۴۵۔ بشیر سیفی، گفتار، ص ۲۵
۴۶۔ ایضاً ص ۳۲
۴۷۔ ایضاً ص ۱۰۰
۴۸۔ ایضاً ص ۳۸
۴۹۔ ایضاً ص ۳۲
۵۰۔ ایضاً ص ۳۱
۵۱۔ ایضاً ص ۴۵
۵۲۔ ایضاً ص ۸۰
۵۳۔ ایضاً ص ۲۸
۵۴۔ ایضاً ص ۶۲
۵۵۔ ایضاً ص ۶۱
۵۶۔ ایضاً ص ۸۸
۵۷۔ ایضاً ص ۸۹
۵۸۔ ایضاً ص ۲۷
۵۹۔ ایضاً ص ۱۱۸
۶۰۔ ایضاً ص ۶۴
۶۱۔ ایضاً ص ۷۱
۶۲۔ ایضاً ص ۱۰۸
۶۳۔ ایضاً ص ۴۲
۶۴۔ ایضاً ص ۱۰۵
۶۵۔ ایضاً ص ۶۸
۶۶۔ ایضاً ص ۶۹
۶۷۔ ایضاً ص ۷۰
۶۸۔ ایضاً ص ۹۳
۶۹۔ ایضاً ص ۷۹
۷۰۔ ایضاً ص ۷۱
۷۱۔ ایضاً ص ۹۸
۷۲۔ ایضاً ص ۸۰
۷۳۔ ایضاً ص ۹۲
۷۴۔ ایضاً ص ۳۵
۷۵۔ ایضاً ص ۷۷

۷۶۔ ایضاً ص۸۱
۷۷۔ ایضاً ص۱۰۲
۷۸۔ ایضاً ص۱۲۷
۷۹۔ ایضاً ص ۱۲۴
۸۰۔ ایضاً ص۸۰